



ابنِ انشا نے اس کا ترجمہ کیا



اس کے پیچھے ایک چھوٹا سا لڑکا ایک سوٹ کس اٹھائے ہوئے تھا۔ دوشیزہ کو دیکھتے ہی اس شخص کے چہرے پر لالی پھیل گئی۔ لیکن پھر وہ زردی میں بدل گئی۔ قریب آکر اس نے دوشیزہ کے چہرے پر تجسس کی نظر ڈالی۔ ایک نظر میں امید و بیم دونوں تھے۔ وہ چند قدم کے فاصلے پر گزرا لیکن دوشیزہ سے کوئی ایسی بات ظاہر نہ ہوئی جس سے پتا چلتا کہ وہ نوجوان کی موجودگی سے باخبر ہے۔

کوئی سچا پس گز جا کر دہ یکا یک رکا اور ایک طن
ایک پنج پر بیٹھ گیا۔ لڑکے نے اپنا سوٹ کیس زمین پر رکھ
دیا اور تنکھی نگاہوں سے نوجوان کے چہرے کو جاننے لگا۔
نوجوان نے روال نکالا اور پیشانی پر نہی۔ روال خوبصورت
تھا۔ پیشانی خوبصورت تھی اور نوجوان بجائے خود خوبصورت

تھا اس نے لڑکے سے کہا !

وہ جو لڑکی اس بچے پر بیٹھی ہے، اس کے پاس

پارک میں لوگوں کے آنے اور بیٹھنے کا یہ نہ
دقت تھا نہ موسم۔ اس تہائی کے عالم میں روش کے
ایک طرف ایک پنچ پر جو د شیزہ بیٹھی نظر آرہی تھی وہ
غالباً اپنی بہار کی آمد کا پیشگی لطف اٹانے کے لئے آ
بیٹھی ہوگی۔

وہ کسی سوچ میں کھوئی ساکت و صامت وہاں
 بیٹھی تھی اچھرے پردا اسی کی جو جھلک دکھائی دے رہی
 تھی وہ زیادہ دیر کی نہیں معلوم ہوتی تھی کیونکہ اس نے
 اس کے رُخساروں کے حسین درعنا نقوش میں کوئی تبدیلی
 پیدا کی تھی نہ اس کے لب ہائے شیریں کی سبک حجاب
 کو جس سے عزم دارا راکہ پہنچتا تھا، نہ کسی طرح
 متاثر لیا تھا۔

اتنے میں اس راستے سے جو لڑکی کے پنج کے
پاس سے گزرتا تھا ایک لمبا تڑنگا نوجوان دگ بھرتا بھا آیا۔

آپ کو دے دوں گا۔“

دشیزہ نے خفیہ سی دلچسپی کا اظہار کیا اور شیریں
لہجے میں ہر طرز کا غیر محسوس سا شائبہ لئے ہوئے تھا۔ کہا۔

”ناچ گانا۔؟ یہ تو شاعروں کی سی حرکت ہے۔“

خیر تو سنو۔ میری ان صاحب سے ملاقات رہی ہے
اس لئے پولیس کو بلانے کی ضرورت نہیں۔ باقی رہا ناز
گانا۔ وہ پیش کر دے، لیکن دیکھنا زیادہ بلند آواز سے نہ
گانا۔ ابھی نائکوں کے دن نہیں، خواہ مخواہ کو بھیڑ لگ
جائے گی۔“

”ہوں۔“ لڑکے نے کندھے سے سکیڑتے ہوئے کہا۔

”بی بی جی“ آپ جانتی ہیں میرے کہنے کا مطلب کیا ہے وہ
کہتا ہے کہ وہ یہ کوٹ چٹون اس لئے ڈانٹ کر آیا ہے کہ
فرانس کو کی گاڑی سے چل دے۔ وہاں سے وہ برت میں
شکار کھیلنے روانہ ہو جائے گا۔ وہ کہتا ہے کہ چونکہ آپ نے
اسے محبت کی لال گلابی چٹھیاں لکھنے اور ہر روز دروازے
پر آدھمکنے سے منع کر دیا ہے اس لئے وہ آپ سے میرے
ذریعے گفتگو کرنے پر مجبور ہے۔ وہ کہتا ہے کہ آپ نے
دودھ کی مکھی کی طرح اسے نکال پھینکا ہے اور تصور بھی
نہیں بتایا۔“

دشیزہ کی آنکھوں میں جو دلچسپی کی جھلک پیدا

ہوئی تھی، بدستور باقی تھی، وہ غالباً برناتی پرندوں کے
نفسکاری نوجوان کی جرات و طباعی نے پیدا کی تھی جس نے
نامہ و پیام کا یہ انوکھا طریقہ ڈھونڈا تھا۔ اس نے دیران پارک
کے ایک اداس اور افسردہ محبے کو دیکھتے ہوئے ایٹلی سے کہا۔
”اس شخص سے کہہ دو کہ میں جو کچھ جانتی ہوں اس
کو دہرانے کی ضرورت نہیں سمجھتی۔ وہ جانتا ہے کہ میرے

میرا پیغام بے جاؤ، اس سے کہو کہ میں اسٹیشن جا رہا ہوں
اور سان فرانسسکو روانہ ہونے والا ہوں، وہاں سے
آگے میں اسکا چلا جاؤں گا ایک مہم کے ساتھ جو پیرنڈوں
کا شکار کھیلنے جا رہی ہے۔ اس سے کہو کہ چونکہ تم نے
مجھے بولنے یا کسی قسم کا خط لکھنے سے منع کیا ہے، اس
لئے میں بیتے دنوں کا واسطہ دے کر انصاف کے نام
پر آخری اپیل کرتا ہوں اس سے کہو کہ ایک ایسے شخص
سے یہ سلوک کرنا جس کا وہ مستحق نہیں، اور پھر اسے اپنی صفائی
اور اظہارِ حق کا موقع نہ دینا تمہاری نیک فطرتی کے منافی
ہے۔ اس سے کہو کہ میں تمہارے حکم مناسی کی خلاف ورزی
اس اسید میں کی ہے کہ ممکن ہے کہ اب بھی تم انصاف پر مائل
ہو جاؤ۔ جاؤ اور اس کو یہ پیغام پہنچا دو۔“

نوجوان نے لڑکے کے ہاتھ میں آدھا ڈالر دیا لڑکے
نے جس کا چہرہ گندا اور ذہانت کا آئینہ دار تھا اپنی چپکلی
اور کاتیاں نظروں سے چل بھر کر نوجوان کے چہرے کی طرف
دیکھا اور پھر پیک کر لڑکے کے پاس پہنچا۔ اس کے اظہار میں
تھوڑی سی جھجک تو معلوم ہوئی لیکن کسی قسم کی پریشانی نہیں۔
اس نے بطور سلام اپنی چھچھ دار لوٹی کو ذرا سا چھوا۔ لڑکے نے
بے تعلقی سے اسے دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں نہ مہربانی تھی
نہ خوشنمت۔

”دیکھئے — وہ جو آدمی ادھر بیچ پر بیٹھا ہے نا؟
اس نے میرے ہاتھ آپ کے لئے ناز گانا بھیجا ہے۔ اگر
آپ اس کو نہیں جانتیں اور وہ آپ پر ڈور سے ڈالنے
کی فکر میں ہے تو بولئے، میں ابھی پولیس والے کو بلاتا ہوں
وہ دو منٹ میں اسے ٹھیک کر دے گا۔ اگر آپ اسے جانتی
ہیں اور اس کی نیت ٹھیک ہے تو میں اس کا گرما گرم مندر

اصول کیا رہے ہیں اور اب کیا ہیں۔ اس معاملے میں، میں
وفا داری اور سچائی کو سب سے مقدم رکھتی ہوں۔ اس سے
کہہ کر میں نے اپنے دل کو خوب اچھی طرح ٹھوسا ہے اور میں
اس کی کمزوریوں اور اس کی حاجتوں سے بخوبی واقف
ہوں۔ اسی لئے میں اس کی عرض معروض سننے کو تیار نہیں
میں نے سنی سنائی باتوں پر اعتبار کر کے یا مشکوک شہادتوں
کے بل پر اس سے منہ نہیں موڑا۔ اس لئے میں نے کوئی
الزام بھی نہیں لگایا لیکن چونکہ وہان باتوں کو جنہیں وہ خود جانتا
ہے، ضروری ہی میری زبان سے سننا چاہتا ہے اس لئے
تم اس سے جا کر کہہ دو؟ یہ کہ میں اس روز گھر کے باغچے
میں پتھر مارنے کے دروازے سے داخل ہوئی تھی۔ مجھے
اگے کے لئے گلاب کا ایک پھول توڑنا تھا۔ وہاں میں نے

شاعر انقلاب جوش ملیح آبادی

کی خود نوشت سوانح

یادوں کی برکات

قیمت سفید کاغذ — ۳۰ روپے

قیمت اجاری کاغذ — ۱۵ روپے

جوش اکیڈمی

۲/۶ — اکبر روڈ — صدر کراچی

اسے مس اشیرٹن کے ساتھ درخت کے نیچے دیکھا۔ ایسے
اندازِ ہم آغوشی میں کہ کچھ کہنے کی گنجائش باقی نہیں رہی
پھول اور عبت کے خیال کو چھوڑ باغچے سے نکل کر
”ناتج گانا“ تم انہی بانکے میاں کے پاس بے جاؤ۔“
”بی بی جی۔ ایک لفظ جو آپ نے بولا تھا۔ میں بھول
جاؤں گا۔“ غوشی ”کہا تھا آپ نے؟“

”ہم آغوشی۔ تم اسے قربت سمجھ لو جس کا مطلب
ہے کسی غیر عورت کے اتنا قریب ہونا کہ محبوب بھاگ جائے۔
لڑکے نے زقند لگائی اور دوسرے بچ کے پاس
جا پہنچا۔ اس شخص نے بے تابی سے خواب دریافت کیا
لڑکے نے جواب دیا۔

”وہ لڑکی کہتی ہے کہ اب باتیں بنانے اور کہانیاں
گھڑنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ وہ اب بھڑے میں نہیں آئے
گی۔ وہ کہتی ہے میں نے تمہیں باغچے میں ایک کھونبی کو
پٹائے بیٹھے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ وہ کہتی ہے کہ
میں پھول لینے پھولاری میں آئی تھی کہ یہ ناک دیکھا۔ وہ
کہتی ہے کہ ناک خوب تھا۔ اچھا تھا۔ لیکن میرا جی بھر
گیا۔ اب راستہ ناپاؤ اور ٹرین پکڑ کر لمبے ہو جاؤ۔“

لڑکے کے ذہن میں یکایک ایک خیال آیا اور
آنکھوں میں ایک چمک سی تیر گئی۔ اس نے کوٹ کی
جیب میں ہاتھ ڈالا اور خطوط کا ایک بندل نکالا اس
میں سے ایک کاغذ نکال کر اس نے لڑکے کے ہاتھ میں
دیا اور ساتھ ہی واسکٹ کی جیب میں سے چاندی کا
ایک ڈالر بھی۔

”یہ خط ان محترمہ کو دے دو اور ان سے کہہ کر
وہ اسے پڑھ لیں۔ ان سے یہ بھی کہہ دینا کہ اس میں سب

ایک شاعرے میں پنڈت ہری چند اختر بیٹے لطف مشاعرہ اٹھارہ تھے۔ احباب کا مجمع ان کے گرد تھا۔ ایک بزرگ اور کلمہ مشق شاعر غزل پڑھ رہے تھے، بات کتنی، رات کتنی، زمین تھکی، انہوں نے پہلا مصرع پڑھا،

یہ دل ہے یہ جگر ہے یہ کلیجہ

پنڈت جی بھلا کب چوکے والے تھے، فوراً مصرع دیا اور بلند آواز سے پڑھا:

قصائی دے گیا سوغات کتنی

(کفر و ایمان)

محفل میں قہقہے پر قہقہہ بلند ہوا۔

دھونا پڑتا۔ اگر آپ باتا وعدہ طور پر اس کا علاج اپنے ہاتھ میں لے لیں تو بڑی مہربانی ہوگی۔

آپ کا خادم

رابرٹ اشبرٹن

دوشیزہ نے خط تہہ کر کے لڑکے کے حوالے کر دیا

”وہ صاحب جواب مانگتے ہیں، کیا کہوں جا کر“

لڑکی کی آنکھیں یکایک چمک اٹھیں۔ ان مسکراتی

آنکھوں میں آنسوؤں کی نمی بھی تھی۔ اس نے کانپتی آواز

میں کہا۔

”ان صاحب سے جو اس پنج پر بیٹھے ہیں نا، یہ کہنا

کہ جبر ہوا سو ہوا۔ اب تمہاری پیاری تمہیں بلا رہی ہے۔“

ناظم آباد میں

سب بگڑا تحسٹ اور پاکستان

کے تمام اخبارات و رسائل نیچے کتابوں کا

سب سے بڑا اسٹال

عابد اینڈ عابد بک ڈپو اینڈ اسٹیشنرز

پہلی چورنگی، ناظم آباد، کراچی

کچھ لکھا ہے اور یہ بھی جتا دینا کہ اگر محبت کے جذبے کے ساتھ دہ کچھ اعتماد بھی شامل کر لیتیں تو یوں میرے دل کو دکھنے کا سامان نہ پیدا ہوتا۔ ان سے کہو کہ صدق و دلداری میں جو وہ چاہتی ہیں، ذرہ بھر کی نہیں ہوئی اور ان سے یہ بھی کہو کہ میں جواب کا منتظر ہوں۔“

اب ہر کارہ اس خاتون کے پاس پہنچا۔

”وہ شخص کہتا ہے کہ میرے ساتھ خواہ مخواہ ظلم

ہوا۔ وہ کہتا ہے میں ایسا دلیا آدمی نہیں اور بی بی جی اس

نے یہ خط پڑھنے کو کہا ہے۔ میں تو کہتا ہوں وہ بھلا آدمی

ہے۔ اب غصہ تھوک دو۔ مان ہی جاؤ۔“

دوشیزہ نے تھوڑے سے تامل کے ساتھ رقعہ

کنولہ اور پڑھا۔

”محترمی ڈاکٹر آرنلڈ صاحب۔ میں آپ کا

نبایت ممنون ہوں کہ جمعہ کی شام کو آپ نے میری

بیٹی کو خوب موقع پر سنبھالا اور بروقت طبی امداد

دی۔ اسے دل کے دورے اکثر پڑتے ہیں۔ اس

روز مسٹر والڈرن کی دعوت میں بھی باغیچے میں یہی

ہوا۔ آپ اسے گرتے میں سہارا نہ دیتے اور مناسب

طبی امداد نہ بہم پہنچاتے تو اس کی جان سے ہاتھ

جنوری ۱۹۷۱ء